

محبتوں میں حساب کیسا

سید عدید



پاکستان

بھیسے پانی کی روانی کو بھنور کاٹتے ہیں
اپسے کچھ لوگ مری راہ گزرا کاٹتے ہیں

ایک تصویر بناتے ہیں زمیں پر پہلے
اور پھر بعد میں تصویر کا سر کاٹتے ہیں

ززد راتوں میں کبھی غور کیا ہے تم نے
چاند کے نوحے شب غم کا جگہ کاٹتے ہیں

پیار کا دیتے ہیں ہم اور محبت سے جواب
زہر کا زہر سے ہم لوگ اثر کاٹتے ہیں

ڈھل گئی عمر تو بچوں نے کہا ہے بابا
لوگ ایندھن کے لیے سوکھے شجر کاٹتے ہیں

ہم کو پر دیں میں یاد ان کی ستانی ہے بہت
اور جب لوٹ کے آتے ہیں تو گھر کاٹتے ہیں

تم عدید اپنے غنوں کے نہ سناو قصے
درد کی فصل تو ہم شام و سحر کاٹتے ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محبتوں میں حب کیا

محبتوں میں حساب کیا

سید عدید

الحمد پبلی کیشن

رانا چیبرز - سینڈ فلور - (چوک پرانی اندر کلی) - لیک روڈ - لاہور

ہماری کتابیں

خوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین و اہتمام اشاعت

صفدر حسین

انتساب

نیم اسلام

نوید اختر

انعام الہی

اور

تابعندہ نقاش

کے نام

جن کی رفاقت کے میری شاعری پر بہت

احسان ہیں مگر



ضابطہ :

اشاعت : نومبر ۱۹۹۸ء

سرورق : ریاض

طبع : شرکت پیس

کتابت : محمد شرف انگر

قیمت : 100/- روپے

فہرست

	شاعر اور شعر ساز	سید عدید
۱	مخدتوں میں شمار کیسا سوال کیا جواب کیا	۱
۲	بچھڑے جو پانے آپ سے ہم تم سے آٹے	۲
۳	جیسے پانی میں روائی کو بھنزو رکھتے ہیں	۳
۴	کسی کا دل میں اُستنا عذاب لگتا ہے	۴
۵	گلشن کی آبرد مری بازار جا بکے	۵
۶	لیجے میں کون نہر کی تاشیر بھر گیا	۶
۷	لاکھوں صنم سجائے دریچے میں آس کے	۷
۸	اُسے یہ صند ہے حکومت کریں ہواں پر	۸
۹	یہ اضطراب ہے دامِ یغم مسلل ہے	۹
۱۰	فرصت ط تھیں جو کبھی کام کا حج سے	۱۰
۱۱	پیار کرنا ہے جو ہم سے تو ہماری شرط ہے	۱۱
۱۲	وہ تو دشمن ہے عداوت کو ہوا ہی دے گا	۱۲
۱۳	دل میں وہ درد تھا ہونٹوں پہ دُعا میصل گئی	۱۳

اس کی تصویر کو آنکھوں میں مغلل کر کے
اپنے جذبات کا ہم ساؤان درکھولتے ہیں

تم بہاروں سے اُلجھتے ہو کبھی پت جھڑتے
کام قاصد کا اگہ میری عزل کر آئے

نگاہ ناز کبھی جام نے دیا مجھ کو
کس نے پکارا مجھ کو صداسیں نے دی مجھ

کافی ہے مجھ غریب کے گھر میں دیا جائے
کسی کو زخم اپنے دل کے دکھلایا نہیں کرتے

زخم تہائی سرشارِ وفا دیں مجھ کو
اس کی وفا کی ایسی کوتی تو مثالِ ذرے

چلتے کس کو عمِ دل سنانے کی خاطر
دوستی کے نام پر سارا زمانہ چھوڑ دیں

جب استوار عمر بھر کی حسین کا رہے
اگر یہ خلقتِ دن کے نفعے ساری ہے

سوچ رہا ہوں کیسے اُس نے چاہت کا انہار کیا
تلعین کی دماغ نے ہوشِ دخواں کی

فُراؤ اپنے دوست کو بڑھ کر لگا گئے
یاک شخص میرے شہر کا سادہ بھی ہے چالاک بھی

تہائے تھے ہم تہار ہے تہاڑے تہائے کے
یہ لطف سب دُنیا کے اب جب تو نہیں تو خاک ہیں

دیتے ہیں سماعت کو کئی جھوٹے دلاسے
اس کی خاموشی کے ہر قفل کی چاہی آنکھیں

جب دن بھی ساتھِ چھوڑ دے اور کالی رات بھی
درد

٩

٨٥	جب کبھی صبط کا کھوئے گا یہ تالا پانی	٣٦
٨٨	تری دُنیا کا یارب یہ نیا دستور کیا ہے	٣٧
٨٩	نچھے سے کوئی آواز دے داشتہ داشتہ	٣٨
٩١	غم کو تصویر کیا ہم نے	٣٩
٩٣	چھپی ہوئی ہیں کئی بجلیاں تیسم میں	٤٠
٩٥	دن تڑپنے کے لیے رات ہے رونے کے لیے	٤١
٩٨	سب سے پیاری جان ہے مجھ کو جان سے بڑھ کر تیرا پیار	٤٢
٩٩	جب شرط ہے سفر کی تو ہیں نقش پا کی	٤٣
١٠١	تم نے کہا ہمیں ہنسو ہم نے کہا ہنسے	٤٤
١٠٣	بھولنا نہیں ہوں تیری محبت کے راستے	٤٥
١٠٥	تازہ ہے دل میں یاد شکستِ نصیب کی	٤٦
١٠٧	بوج ہوا پہ ماضی کے ہیں نقش پا سمجھی	٤٧
١٠٩	سادوں سے کہو ٹھہرے ابھی اور نہ برسے	٤٨
١١١	مرِ محبت سے کوئی صورتِ فرار کی ہے	٤٩
١١٣	اس دل بُنگر میں دستِ جانے کہاں سے آبا	٥٠
١١٥	بہت روشن ہیں کچھ پہلو یہاں ہر شے پرانی کے	٥١
١١٧	بانیں مری حصوند ہنی میں نہ ٹاپے	٥٢
١١٩	نقابِ رُخ سے اٹھا کر جواب دو مجھ کو	٥٣
١٢١	آرزو ہے ترے در پے قضاۓ جاتے	٥٤
١٢٣	اپنی بیکوں پر ترا درد پر دنے کے لیے	٥٥
١٢٥	وقت کر کے سوال بیت گیا	٥٦

٣٣	تم بہاروں سے اُلجھتے ہو کبھی پت جھڑتے
٣٥	کام قاصد کا اگہ میری عزل کر آئے
٣٦	نگاہ ناز کبھی جام نے دیا مجھ کو
٣٧	کس نے پکارا مجھ کو صداسیں نے دی مجھ
٣٩	کافی ہے مجھ غریب کے گھر میں دیا جائے
٤١	کسی کو زخم اپنے دل کے دکھلایا نہیں کرتے
٤٢	زخم تہائی سرشارِ وفا دیں مجھ کو
٤٣	اس کی وفا کی ایسی کوتی تو مثالِ ذرے
٤٤	چلتے کس کو عمِ دل سنانے کی خاطر
٤٥	دوستی کے نام پر سارا زمانہ چھوڑ دیں
٤٦	جب استوار عمر بھر کی حسین کا رہے
٤٧	اگر یہ خلقتِ دن کے نفعے ساری ہے
٤٨	سوچ رہا ہوں کیسے اُس نے چاہت کا انہار کیا
٤٩	تلعین کی دماغ نے ہوشِ دخواں کی
٥٠	فُراؤ اپنے دوست کو بڑھ کر لگا گئے
٥١	یاک شخص میرے شہر کا سادہ بھی ہے چالاک بھی
٥٢	تہائے تھے ہم تہار ہے تہاڑے تہائے کے
٥٣	یہ لطف سب دُنیا کے اب جب تو نہیں تو خاک ہیں
٥٤	دیتے ہیں سماعت کو کئی جھوٹے دلاسے
٥٥	اس کی خاموشی کے ہر قفل کی چاہی آنکھیں
٥٦	جب دن بھی ساتھِ چھوڑ دے اور کالی رات بھی

- ۵۶ مرے خُدا میرے بیٹنے میں کیا سلگتا ہے
 ۵۷ تمہاری یاد کو بیکوں سے پر دیا جاتے
 ۵۸ سوتھ کر دل یہ دھڑکتا ہے بڑے زور کے ساتھ
 ۵۹ درد کی بات مرے دل کی شکیبائی ہے
 ۶۰ کبھی تیرے در پر صدائکر کے روئے
 ۶۱ رات کا قتل انہیزے میں اجلا کر دے
 ۶۲ رات تھک ہار کے جب رخت سفر کھولتے ہیں
 ۶۳ جس کا خمیر پانی، ہوا آگ غاک ہو
 ۶۴ نظر جھکا کے بھے وہ سلام کرتے ہیں
 ۶۵ نظر بصیر دل غم شناس رکھتے ہیں
 ۶۶ مثال ایسی کہیں کوئی گفتگو کی ہے
 ۶۷ حسن کے پھیلے ہیں جوشش جہات میں جگنو
 ۶۸ جس نے چراخ پیار کے سارے بجھا دیئے
 ۶۹ میں ہوں مجرم کہ تھے پیار کیا ہے میں نے
 ۷۰ وقت تھا بھر ملاقات سحر سے پہلے
 ۷۱ مہک اُداس کھڑی ہے اُداس لمحوں کی
 ۷۲ ترے بچھڑنے کا جب احتمال تک نہ رہا
 ۷۳ سیاہ زلف بنی ہے نعاب چہرے پر
 ۷۴ جیسے عزبت میں مسافر کو مکاں کھینچتا ہے

شاعر اور شعرساز

دیباچہ اور فلیپ عرصہ دراز سے شائع ہونے والی کتب کی ضرورت بن چکے ہیں۔ اگر ہم شائع ہونے والی کتب کے دیباچے اور فلیپ پڑھنے کا شرف حاصل کریں تو یہ بات محل کر سامنے آ جاتی ہے۔ کہ دیباچہ / فلیپ مصنف کی برعاصر چھاکر تعریف کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اور یہی دیباچہ ساز کا فرض ہیں ہے۔ تمام دیباچے بالعموم ایک ہی ڈھلنے ڈھلانے سانچے میں فٹ کئے جاسکتے ہیں۔ بالعموم کاظف اس کے لئے استعمال کیا ہے کہ بعض اوقات (Non Technical) مصنف بھی اس غلطی کے مرتكب ہوتے ہیں۔ مجھے اس کا احساس تب ہوا جب میں اپنی کتاب کا دیباچہ لکھوانے کیلئے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھ سے دو غزلیں سننے اور اپنی ایک نظم سنانے کے بعد انہوں نے مسودہ لیکر وعدہ کیا کہ وہ میری کتاب کا دیباچہ ضرور لکھیں گے۔ چند روز بعد مجھے ان کا پیغام ملا کہ انہوں نے میری کتاب کا آدھا دیباچہ لکھ دیا ہے۔ کچھ دن مزید توقف کے بعد میں نے موصوف سے دوبارہ ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اک تجسس تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے معلوم نہیں میرے بارے میں کیا لکھا ہو گا۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میری کتاب کا فلیپ لکھنا چاہتے ہیں لیکن مجھے معترض پا کر دوبارہ دیباچہ لکھنے کی حاصل بھری۔ تین روز بعد مجھے معلوم ہوا کہ آپ چھٹیاں گزارنے اپنے آبائی گاؤں تشریف لے گئے۔ میری کتاب کا آدھا دیباچہ جو ڈاکٹر صاحب کے قلم

کرنے کیلئے ان کے فلیپ / دبیاچے کی کبھی بھی نقل کرتے ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو مختلف فلپپوں اور دبیاچوں کی مدد سے کئی فلیپ / دبیاچے بنائے کر اپنے میز کی دراز میں رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت خلی جگہ —— مصنف کا ہم —— کتاب کا ہم لکھ کر معموم جھولے بھالے شراء اور ادباء پر احسان کرتے رہتے ہیں۔ یہ وہی شعرساز اور دبیاچے ساز ہیں۔ جن پر ہم بجا طور پر فخر کرتے ہیں جو زمانے کی رفتار سے بہت آگے دکھائی دیتے ہیں مگر افسوس صد افسوس یہ اپنی برق رفتاری کے زعم میں ادب، وطن کی محبت اور انسانیت کو بہت پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے ملکیب موت کی آغوش میں چلا گیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اقبل ساجد اور ساغر صدقی کے ہم اور شاعری کو کیش کرواتے رہے اور ایسے عظیم شراء کی تذلیل کا سبب ہوئے۔ کیا یہ کسی سچے انسان سے آنکھ ملا کر بات کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں —— اسی لئے تو یہ حقیقی فنکاروں کو یہ پرده رکھ کر ناٹالیں لوگوں کی کپیڈڑاٹڑا حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

جمل تک ان کی شاعری یا تقدیم کا تعلق ہے یہ حضرات کرافٹ کے ماہر ہیں۔ کسی شاعر کا اچھا شعر ان کے سامنے آجائے تو فوراً الفاظ تبدیل کرتے ہیں۔ رندہ —— پاش —— نی کری تیار —— دور دور تک آمد کا ہم و نشان نہیں آوردہ ہی آورہ، نقلی ہی نقلی —— غلط مجاز پر شید قوانی کی لاشیں اور مجموع رویفیں ان کے اشعار کا طرہ امتیاز ہیں۔ ان کی صفت میں اگر کوئی شاعر ہے تو اس کے پاس اپنی لکھی ہوئی تحریر پڑھنے کا وقت نہیں۔ بعض شعرساز شرت کے نئے میں شراب کا نہ ملا کر بندروں جیسی حرکتیں کرتے ہوئے بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کی اجازہ داریاں عرصہ دراز سے آج تک میڈیا پر ہیں۔ وہ جس کو چاہتے ہیں شرت کی بلندیوں سے ہمکنار کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں گھنائی کی اتحاد گمراہیوں میں پھینک دیتے ہیں۔ تاریخ ادب کوہا ہے کہ ان کے سامنے جو آواز بھی ابھری خاموشیوں کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں دفن کر دی گئی۔

اس صدی کی آخری دہائی میں ایک آواز ان کے خلاف بلند ہوئی۔ تقویت حمل

کی سرزنش تھا اگر میں کتاب میں شامل کر لتا تو یہ دبیاچے کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوتا۔ جناب پروفیسر طارق نیدی نے میرے تفکر ہونے کا سبب جان کر مجھ سے کہا ”آپ جس سے چاہتے ہیں دبیاچے لکھوا لیتے ہیں“ وہ لاہور کے نامور دبیاچے سازوں سے بخوبی واقف ہیں۔ یقیناً انہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ کس کے پاس کونا دبیاچے اچھا ہے۔ میں اس بات کی مزید وضاحت کر دینا فرض تحریر سمجھتا ہوں۔

قوی سطح کے شعرساز اور دبیاچے ساز اپنے میز کی دراز میں کچھ ریڈی میڈ فلیپ اور دبیاچوں کے نئے محفوظ رکھتے ہیں۔ جب انہیں کسی کتاب کا دبیاچے / فلیپ لکھنے کیلئے کہا جاتا ہے تو وہ لکھے ہوئے دبیاچے / فلیپ نکالتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرتے ہیں —— خلی جگہ پر کر کے غرض مند کے ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں۔ وہ بے چارا ان کی چلاکیوں سے بے خبران کی شرت کا جھنڈا اپنی کتاب کے شانے پر لہراتا ہوا دیکھ کر خوشی خوشی لوٹ جاتا ہے۔ اگر ہم ان کے لکھے ہوئے فلیپ / دبیاچوں کا بغور مطالعہ کریں تو آسانی سے اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں، کہ ان سب میں ایک ہی سانچہ استعمال کیا گیا ہے۔ وہ لفظوں میں روبدل سے کام لینے کافی بخوبی جانتے ہیں۔ بعض اوقات الفاظ کی تبدیلی بھی طبع ناٹک پر گراں گزرتی ہے۔ یہ الیہ دبیاچے / فلیپ کا مقدر بن چکا ہے۔ فلیپ سازوں نے چند شراء بالخصوص ملکیب جلالی فلیپ بنانے کیلئے خوب استعمال کیا ہے۔

یہ —— آنے والے وقت کا ملکیب ہے۔

یہ ——، ——، —— اور ملکیب کی طرح ——، ایسے فلیپ ساز دو گروہوں میں تقسیم کے جاسکتے ہیں۔ اول وہ جنوں نے ملکیب سمجھتا تو بہت دور کی بات ہے، پڑھاتک نہیں دوم جنوں نے ملکیب کو پڑھا اور قدرے سمجھا بھی۔ مگر اپنے بونے قد کو اس تناور شجرخن کے سامنے سے نکالنے کیلئے نئے شراء کو اس کی صفت میں شامل کر دیا لیکن وقت ان شعرسازوں کو شراء کی صفت سے خارج کر دے گا۔

میرے موضوع بحث وہ لوگ نہیں جو اپنے آپ کو شعرساز یا دبیاچے ساز ثابت

برقرار ہے۔ اس آواز سے ادبی ملکیداروں کے خوت و غور کے محل روزہ براندام ہیں۔ ہم ایسے پے ہوئے شراء نے خدا کا شہزادا کیا۔ مگر جب گوش بر آواز ہوئے تو یہ احساس ہوا وہ طسم جس کے سحر میں ہم مقید تھے نہ انہیں مقام بدل رہا ہے۔

میں بات کرتے ہوئے بہت دور تک لکھا آیا ہوں۔ میں کہہ رہا تھا مجھے پروفیسر طارق نیدی نے دیباچہ لکھوا کر دینے کی آفرادی تو میں نے کہا کہ آپ میری کتاب کا دیباچہ لکھیں۔ انہوں نے تالنے کی بہت کوشش کی لیکن میرے اصرار پر انہیں راضی ہونا پڑا۔ اس وقت میں ان کے متعلق بہت کم جانتا تھا۔ بعد میں جب ان کے علم و فراست کے اسرار کھلے تو اپنے فیض کے سینے ہونے کا یقین آیا۔

ایک کتاب کا دیباچہ، دیباچہ ساز نے مصنف کے خلاف لکھا لیکن اس ضمن میں میں گزشتہ دونوں شائع ہونے والی کتاب "شاعر" کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کے پہلے ہی مضمون میں مصنف نے دیباچہ ساز کی پیشکش کی نشاندہی کی ہے۔ دیباچہ ساز نے شاعر سے کہا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے خلاف لکھتے ہیں۔ یہ سنتی ثہرت حاصل کرنے کے ہٹکنڈے ہیں۔ دیباچہ ساز اور شاعر کی رفاقت دیریا ثابت نہ ہوئی۔ بعد میں دیباچہ ساز نے ایک اور ادب ساز سے معلومات طے کرنے۔ اخبارات میں ایک دوسرے کے خلاف لکھا اور ثہرت حاصل کی۔ یہ دیباچہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

دیباچہ لکھنے میں جناب عدیم ہاشمی کا ہم نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے پہلے اپنی کتب "مکالہ" کا دیباچہ لکھا۔ اس کے بعد "ترکش" کا۔ اس بحث سے غرض نہیں کہ وہ اپنے موقف میں ٹھیک ہیں یا غلط مگر یہ بات ضرور ہے کہ انہوں نے دیباچہ لکھنے کا ایک اچھا تماذج نکلا۔ ان چند دیباچوں کو اگر بحث سے خارج کروایا جائے تو بالی تمام دیباچے / فلیپ ایک ہی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ میں اس میں ان دیباچوں کو بھی شامل کر رہا ہوں جو میری کتابوں کیلئے پروفیسر نیدم اسلام سلمی نے لکھے ہیں۔

نمائے کی بدلتی ہوئی اقدار نے جمل تمام شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا ہے وہاں

ادب بالخصوص شاعری اور شاعری میں غزل پر بھی اپنے نقوش مرتب کئے ہیں۔ زیر نظر کتاب "محبتوں میں حساب کیما" میں قافیہ اور رویف میں اختلاط بکثرت موجود ہے قافیہ اور رویف کا غیر مروجہ اختلاط ممکن ہے صوتی اعتبار سے نہادوں لگے۔ کار ہے اور پیار ہے، سکی اور سکھی، نکالنے اور سوال یہ وغیرہ کا استعمال غزل کے روایتی اسلوب سے مختلف ہے، شعری ضرورت کے تحت معاون کی جگہ خلدتن بھی استعمال کیا ہے، لیکن یہ اختلاط کسی شعوری کلوش کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ غزلیات جس دورانیے کی ہیں۔ اس سے پہلے جناب کے ایسی رضوی جو پیشہ کے اعتبار سے تو انہیں ہیں مگر خوش گلو ہونے کے سبب گانے کا شعن بھی رکھتے ہیں، کیلئے کچھ گانے لکھے۔ اس نے ان غزلیات پر لا شعوری طور پر اس لمحہ تحقیق کا سلیمانی ٹکن ہونا کچھ بعدید نہیں۔

قافیہ اور رویف کے اختلاط کو میں معرفت نہیں سمجھتا کیونکہ شراء کے کلام میں یہ خوبی گردانا جاتا ہے۔ پھر بھی میں نے اپنی تسلی کے لئے جناب عدیم ہاشمی، جناب ظفر اقبال، پروفیسر طارق نیدی، پروفیسر نیدم اسلام سلمی، پروفیسر يوسف نیر، جناب مظفر چودھری، جناب اعجاز عزائی، جناب تکلیل سٹھی، میر افضل ایاز، جناب رحمن احمد مراد، جناب منور سالمی، جناب افضل شریف صائم اور جناب مدثر فاضل مجیب کے گوش گزار کیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ یہ کتاب شائع ہو کر آپ کے پاس پہنچ گئی ہے۔

ایک
او

ZZ
 چا

پیا
 زر

دم
 لوگ

ہم
 او

تھ
 د

ہر دریچے سے مجت کے جازے نکلے
 کیسے اس شہر میں نفرت کی وبا پھیل گئی

○
 مجتوں میں شمار کیسا سوال کیسا جواب کیسا
 مجتنیں تو مجتنیں ہیں مجتوں میں حاب کیسا
 یہ نقش تیرے خطوط پیکر کے سارے دھلام ہائے تھکو
 جب آئنے کو زبان دی ہے تو آئنے سے جایا کیسا
 نہ کوئی منزل نہ راستہ ہے نہ عشق و متی نہ دل فربی
 اگر مجت تکالیں تو ہے زندگی کا انصاب کیسا
 تمہیں خبر کیوں نہیں ہے اسکی زمیں پس مفکس کا حال کھایا ہے
 فلک پر ہستہ ہو قم اگر تو زمین کا احتساب کیسا

ہر ایک آہٹ گمان کھلتا ہے کون اُڑا بے آجیں
کوئی بتائے مہک ہا ہے مری نظر میں سراب کیسا

یہ سلیٰ مجنون، یہ سیرا بنجایہ میں نے مانکہ سب غلط ہیں
مگر مجتہ کی راہ میں ہے قدم قدم پر چناب کیسا

فلسفہ بھی عجیب ہے اور یہ خود فربی کی انتہا ہے
عذاب میں کیسی راحتیں ہیں، ہے اختوں میں عذاب کیسا

عدید جذبے ہوں کے پہلو میں دم بدم بھول بھل میں ہیں
اگر دفاتر زندگی ہے گناہ کیسا ثواب کیسا



بچھڑے جو اپنے آپ سے ہم تم سے آتے
گرنے سے پہلے جیسے کوئی بڑھ کے تھام لے

اس آس پر چلے ہیں تو چلتے چلے گئے
شاید کہ اگلے موڑ پر تیری دفاتر لے

چُپ چاپ رات بھر میں یون تکتا ہوں آسمان
جیسے کسی کی آنکھ ستاروں سے جا ملے

رس گھولتی ہے کان میں اک بازگشت یوں
جیسے کوئی کسی کا مجتہ سے نام لے

سیا شجر نے مجھ کو دیا شست کرب میں
جیسے میم بچے کو ماں سے دُعَالے

بادہ کشوں پر فرض ہے ساقی کا احترام
بید عدید ساقی کے ہاتھوں سے جام لے

انسان اس زمانے کا سید عبد آب
کم ہاتھ سے زیادہ مشینوں سے کام لے

○

جیسے پانی کی روانی کو بھنور کاٹتے ہیں
ایسے کچھ لوگ مری راہ گزرا کاٹتے ہیں

ایک تصویر بناتے ہیں زمیں پر پہلے
اور پھر بعد میں تصویر کا سر کاٹتے ہیں

پیار کا دیتے ہیں ہم اور محبت سے جواب
زہر کا زہر سے ہم لوگ اثر کاٹتے ہیں

ڈھل گئی گُر تو بچوں نے کہا ہے بایا!
لوگ ایندھن کے لیے سوکھے شجر کاٹتے ہیں

ہم کو پر دیں میں یاد ان کی ستانی ہے بہت
اور جب لوٹ کے آتے ہیں تو گھر کاٹتے ہیں

زد راتوں میں کبھی غور کیا ہے تم نے
چاند کے فحے شبِ غم کا جگر کاٹتے ہیں

لقط جذبات کا اٹھا رہنیں کو سکتے
اپنی ہر بات کو ہم بار دگر کاٹتے ہیں

وشش اقلام کی ان بائیخ زمینوں کی قسم
ہم شجر کوٹتے ہیں تو ووگ تمر کاٹتے ہیں

ہم جوچیپ سادھ کے بیٹھے ہیں تری محفل میں
لقط کی دھار سے قاتل کی نظر کاٹتے ہیں

ہم تری جڑستہ پروانہ سے لرزیدہ ہیں؟
جو پرندوں کو کپڑتے ہیں وہ پر کاٹتے ہیں

ایک

زز

پیسا

ڈھ

ووگ

ہم

اور ح

جَرْهِ ہے، اُن کو کہا جائے محافظ میرا
راستے میں جو میرا رخت سفر کاٹتے ہیں

تم عدید اپنے غنوں کے نہ سُنا وَ قصَّه
درد کی فصل تو ہم شام و سحر کاٹتے ہیں

اُن کے احکام کا پابندِ زمامہ ہے عذر
وہ جوا لگلی کے اشارے تم رکھ لئے ہیں

کسی کا دل میں اُترنا عذاب لگتا ہے
مجھے یہ ہبڑا گرنہ عذاب لگتا ہے

میں ایسے عہدِ جفا کش میں زندہ ہوں جسمیں
وہ ناکا عہد بھی کرنا عذاب لگتا ہے

کبھی کون بدن آنکھ کی عنایت ہے
کبھی یہ جسم پر جھیننا عذاب لگتا ہے

کسی بھی شخص سے نفرت میں کر نہیں سکتا
کسی سے پیار بھی کرنا عذاب لگتا ہے

وہ روز کہتا ہے تم کو میں چھوڑ جاؤں گا
عیدِ روز کا مرنا عذاب لگتا ہے

○
گلشن کی آبرو سرِ باز ارجا پکے
کاغذ کے پھول بیچے وہ کہہ کر گلاب کے
تجھ سے کیا تھا ہم نے مجست کا اک سوال
ہم منتظر ہیں آج بھی تیرے جواب کے
لوگوں کیاں کے عشق کی دیتے ہو تُم مثال
ایں بند ہو چکے ہیں وہ رستے چناب کے
ہرشے ہے دستیاب اگر پیسے پاس ٹوں
واعظ کے ہاتھوں روز نیا اک خُلاب کے

بادہ کشوں کے ہاتھ میں خانی گلاس تھے
زامِ نے رکھ لئے سبھی حصے شراب کے

سید عدید لفظ بڑے سازگار ہیں
تیور بتار ہے ہیں یہ تیری کتاب کے

سید عدید ظلم کی کیا انتہا نہیں
بکتے تھے پہلے جنم مگر اب وفا بک



لمحے میں کون زہر کی تاشیر بھر گیا
اک شخص میرے ہونٹ ہلاتے ہی مر گیا

ماتھے کی ہرشکن میں قیامت کا عکس تھا
آئینہ میں نے غور سے دیکھا تو ڈر گیا

اک روز شمع لے کے چلو ڈھونڈنے چلیں
سُورج اُفت کے پار کھاں پر اُنہ گیا

قشیر کائنات میں سب راحیں ملیں
لیکن قزادل کا بستا ڈکھر گیا

تیرا جو رنگ دینے کا دعہ ہے تو فقیر!
کاسہ بست شہر میں کیوں در بذر گیا

اک بار جس نے دیکھی تری بے جہاں
آنکھیں ترے جمال کی چوکھٹ پہ دھر گیا

گھر کی کسی بھی چیز کا نقشہ نہیں ہے یاد
سید عدید کون زمانے سے گھر گیا

گھر کی ہر ایک چیز اُداسی کی مہر ہے
سید عدید پہلے مرے دشت گھر گیا

لاکھوں ستم سجائے دریچے میں آس کے
پھر بھی ترے خیال کے خوبصورہ پا سکے

اللہ میں نے پیار کا انہصار کیا کیا
تیور بدلتے ہیں مرے غم شناس کے

اک پھول اک صلیب ہے دیوار جیز پر
پھیلے ہیں سائے شہر میں خوف و ہراس کے

جانے سے قم کو روکے یہ کس کی مجال ہے
اس راہ سے منگر کوئی پیچھے نہ آ سکے

انکھیں جیں، زُلف سیئے، برف جیسے گال
دشمن دوبل ہیں، پھرے پہلوں و حواس کے

قابل نہیں ہیں تیری محبت کے ہم اگر
اپنا بنائے جس کو تو اپنا بنائے

سید عدید اس کی دفاتر یقین کیا
خوب شو لگا کے چھوٹ جلاے کپاس کے



اُسے یہ خند ہے حکومت کریں ہواوں پر
مجھے یہ نہ کر لگی ہے کہاں سے لاوں پر

ہم ایسے لوگ دفاتر کی مثال ہوتے ہیں
یقین کیوں نہیں تم کو مری دفاتر پر

تمام شہر کے چھوٹ اس کو بھیج کر سید
یہی تھا بیٹھ کے گلدن میں سجاوں پر

تریپ رہا ہوں میں خلقت کا راز پانے کو
بنائے مٹی کے چڑیا اُسے لگاؤں پر

کبھی یہ خوف کر ہے آسمان دُور بہت
کبھی یہ فکر مسلسل کر آزماؤں پر !!

تو پچھنچنے کے کس کو بلا تا رہتا ہے
کسی نے کان دھرے ہیں تری صدائیں پر

ہزارخون سے سینچا زمیں رہی جنسہ
کسی آسیب کا سایا ہے میرے گاؤں پر
کسی کی زلف پریشان کو چھو کے آئی ہیں
عدید کیفیت کا عالم ہے ان ہواں پر

○
یہ اضطراب ہے دامن یغم مسلسل ہے
نظر اُس ہے دل کی زمین جل تھل ہے
نسل سکا نہ عنہم روزگار سے کوئی
یہ روز و شب کے مسائل ہیں یا کہ دل ہے
نک رہا ہے اُنق کی صلیب پر شوچ
ندی میں آگ لگی ہے ہوا میں ہمچل ہے
تم اپنے عیب چھپا کر فرشتے بن جاؤ
بشر کا قدسی سے یہ کن مقام فضل ہے

یہ کس زمانے کی تحریر کی ہے عکاسی
لباس تن پہ نہیں اور رُخ پہ آنچل ہے

تم اپنے درد کا رونا عدید رو تے ہو
ہر ایک شخص زمانے میں اب تو بیکل ہے

ہر ایک تم تارے دل کی سربید ہے
یہ کائنات بھی سید عدید مقلل ہے

فرست ملے تمہیں جو کبھی کام کاج سے
ملنا اُسے بھی کوئی نہیں جانتا ہے

تیری رضا ہماری محبت پہ فرض ہے
اچھا تو تیرا نام نہ لیں گے ہم آنح سے

اس کو خبر نہیں ہے مرے حال کی کوئی
سب لوگ جانتے ہیں میرا آشنا ہے

رکھتا نہیں وہ اڑوں کی عزت کا پاس کیوں
دیتا ہے اس جہان میں عزت خدا جسے

بیٹی کو بیچ دیتے جو لوگ آج بھی
ماں س کس قدر ہیں وہ رسم درواز سے

کل تک بھی ہم علام تھے میں آج بھی علام
یہ دور تو بُرا ہے فرنگی کے راج سے

سید عدید سر بخفن شہر جبر ہے
مرکنا نہیں ہے ظلم فقط احتجاج سے

پیار کرنا ہے جو ہم سے تو ہماری شرط ہے
سامنہ دو گے تم ہمارا عمر ساری شرط ہے

دل میں ہے احساس تو پھر درد کو تصویر کر
سنگ دل ہے وہ اگر تو صرب کاری شرط ہے

دیکھ زاہد بیٹھ جاساتی ہے وہ رب تو نہیں
مے کہہ مسجد نہیں ہے اپنی باری شرط ہے

شاعری آسان نہیں ہے شعر کہنے کے لئے
رات کی بیداریاں اور آہ و زاری شرط ہے

کچھ ہوں پر دردہ لوگوں کی مژارت ہے یہ سب
درنہ کیا اس پیار میں بھی رازداری شرط ہے

تم کہو تو جسم و جان تبدیل کر لیتے ہیں ہم
کتنا پیار ہے یہ وعدہ کتنی پیاری شرط ہے

اس جہاں سے اُس جہاں تک کا سفر آسان نہیں
مرنے والوں کے لئے بھی راہ داری مشرط ہے
اے عید انسانیت کو بھول جانا کُفر ہے
تم اگر انسان ہو تو انکساری شرط ہے

وہ تو شمن ہے عدالت کو ہوا ہی دے گا
وقت ہی میری محبت کی گواہی دے گا

یہ ضروری تو نہیں پیار کی خیرات ملے
دل تو سائل ہے تیرے در پہ صدائی دے گا

اُس کی عادت ہے کہ ہر بات بھلا دیتا ہے
وہ میرا پیار کبھی دل سے بھلا ہی دے گا

پیٹ کہتا ہے بہت بھوک لگی ہے مانگو
دل یہ کہتا ہے مجھے رزق خدا ہی دے گا

یہ زمانہ مجھے عرفِ مکر کی طرح
لوحِ ادراک سے اک روز مٹا ہی دے گا

مرکو سجدے میں کٹا دیتے ہیں سید تید
کون مشہود کی اب ایسی گواہی دے گا

یہ نئے دور کا انسان و راست میں عدید
اب نئی نسل کو بھی درسِ تباہی دے گا



دل میں وہ درد تھا ہونٹوں پہ دُعا پھیل گئی
جس جب حدم سے بڑھا تازہ ہوا پھیل گئی

دوشیں مہتاب پہ زلفوں کی گھٹا پھیل گئی
تیرگی اور بڑھی اور ضیما پھیل گئی !

میں نے جب آنا کہا میرے حسین آفتاہیں
شام کی فوج سردشت بلا پھیل گئی

ایسے آباد ہوئے درد مرے ہی دل میں !
خاک پر جیسے یہاں خلقِ خند اپھیل گئی

ایک آدا اُمٹھی سوچ کے زندا�ں میں
اور سنائی میں صدیوں کی صدائ پھیل گئی

ہر دریچے سے محبت کے جنازے نکالے
کیسے اس شہر میں نفرت کی وبا پھیل گئی

اس نے جلتے ہوئے جب ہاتھ ہلایا تو لگا
ذخیر کھلنے لگے آنکھوں میں حس پھیل گئی

اک نسبت نے ہبھی چینی لی پھولوں سے عدید
اک غلط فہمی میں شاخِ دفا پھیل گئی

تم بہاروں سے اُبھتے ہو کجھی پت جھڑ سے
کاٹ دیتے ہیں ہمیں خلی محبت بڑھ سے

دفن کر دیں گے ترے پسار کی خواہش دل میں
ختم کر دیں گے کسی روز بغاوت بڑھ سے

قوم بیمار ہے تشویش کا دشی ہے اگر
کیوں پکڑتے نہیں تم اس کی علامت بڑھ سے

جن کی آنکھوں میں ہوس پہنچ لگائیتی ہے
ختم کر دیتے ہیں وہ فور بصارت بڑھ سے

اپنے معبد سے پھر کیا گلہ کرتے ہو
جب بھلا بیٹھے ہوتم درس عبادت جڑ سے

کئے بے بس وہ نظر آتے ہیں شرماتے میں
جب پکڑ لیتے ہیں ہم ان کی شرارت جڑ سے

ہم ایکے ہیں عدید اتنی بڑی ذیماں
مشیں تہائی پنٹی ہے اذیت جڑ سے

○
کام قاصد کا اگر میری غزل کر آئے
عین ممکن ہے مرے پیچھے وہ حل کر آئے

یوں تری یاد مرے دل کی طرف آتی ہے
مونج ساحل کی طرف جیسے محل کر آئے

یہیں ہواں میں نشاں قدموں کے چھوڑا یا ہو
وہ کسی بھول کی مہکار میں ڈھل کر آئے

میں ترے پیار کی تو ہیں نہ ہونے دوں گا
تو جو پندار حجت دانی سے نکل کر آئے

چاندنی، بچوں، دھنک رنگ استارے جگنو
وہ مرے پاس کئی روپ بدل کر آئے

اپنے مطلب کو ہی آیا تو ہے وہ لیکن
یعنیت ہے مرے پاس وہ چل کر آئے

اس کو آنا ہے تو آئے وہ بُصہ شوق مگر
جنبِ افت کی حرارت سے پھل کر آئے

ہم عدید اُٹھ کے ترے گھر سے چلے آئیں
پر مسائل تو ترے جتنے نہے حل کر آئے

O

نگاہِ ناز، کبھی جام نے دیا مجھ کو
مگر وہ نشہ ترے نام نے دیا مجھ کو
وہ کہ سکا نہ میری بے بسی کا اندازہ
فریب جس نے مرے سامنے دیا مجھ کو

اسی میں ملتی ہیں راہیں فلاح کی ساری
جو طرزِ زندگی اسلام نے دیا مجھ کو
میں اور تجھ سے محبت کا روپ و دعویٰ
یہ حوصلہ ترے پیغام نے دیا مجھ کو

صلیب ضبط پر مصلوب ہوں غیری نے
نہ تیرا ہاتھ کبھی تھامنے دیا مجھ کو

میں تیرے گھریں بھی اس کی ضیائیں بھیوں گل
کبھی جو کوئی دیا شام نے دیا مجھ کو

ازل سے تابہ اپستقل سفر میں ہوں
یہ سلسلہ میرے انجام نے دیا مجھ کو

عَدَدِ دن نے کبھی شام کی ثارت دی
خیالِ صبح کبھی شام نے دیا مجھ کو

○

کس نے پکارا مجھ کو صدا کس نے دی مجھے
اس جیس میں یہ تازہ ہوا کس نے دی مجھے
آخروہ کون شخص مُفتَرِ نویں ہے
کس نے یہ زندگی دی قضا کس نے دی مجھے

دل کا لُو ج آنکھ کی پُستلی پہ جم گیا
اس مخاطرِ نگ و بیسِ حنا کس نے دی مجھے

ٹوٹے نہیں ہیں پہلی محبت کے سلے
یعنی کہ تیرے بعد دفا کس نے دی مجھے

ذکر و فراق یار بھی مردم شناس ہے
عزت ملگہ یہ تیرے سوا کسی نے دی مجھے

میں مستقل سیلِ سحر کی دلیل ہوں
لیکن یہ روشنی یہ صنایکس نے دی مجھے

سید عدید کون مرا عنگسار ہے
مدت کے بعد دل سے دعا کس نے دی مجھے



○
کافی ہے مجھ غریب کے گھر میں دیا جائے
چل اٹھیاں سے سانخہ ہی یہ تخت قماج لے
دل کا فرار چین کے یوں لے گی کوئی
جیسے کسی سے پیار، وفا کا حزانج لے
ممکن نہیں حتدا کا کرم ہونہ میں پر
بنیا غریب شہر سے جب تک بیا جائے
اک شخص نے کہا ہے یہ منزل کے ضمن میں
کوئی بھی اب یہاں نہ رہ احتجاج لے

جلتے ہیں اُب ریا کے سائے میں اس طرح
جیسے شجر کے سائے میں اک نقشِ پا جلے
مرنے سے پیشتر پس تری دسترس میں گوں
کل کی خبر کے ہے مری جان آنچ لے

سید عدید شہریں کہتے ہیں لوگ سب
اک سردمہ شخص کو چھو کر ہوابھلے



کسی کو زخم اپنے دل کے دکھلایا نہیں کرتے
جو دامن چاک ہوتا ہے وہ پھیلایا نہیں کرتے

کہو کیسے پریشان ہو اُداسی کیوں ہے چہرے پر
سُنا ہے بھوول کاغذ کے تو مکلا یا نہیں کرتے

اندھیرا ہو تو بڑھ جاتی ہے ظلمت اور پیروں سے
مُکْرَب دھوپ کھلتی ہے تو یہ سایا نہیں کرتے

یہ قحطِ احترام اس بات کی تردید کرنا ہے
بڑے بوڑھے بھی اب بکوں کو سمجھایا نہیں کرتے

بہاروں کی تمنا ہی نہیں کرتے ہم اُس دن سے
تمنا ہے جب سلگشن میں اپ آیا نہیں کرتے

غم ہستی نے فرصت ہی نہیں دی پیار کرنے کی
کسی کی یاد سے ہم دل کو بہلایا نہیں کرتے

وہ جن لوگوں کی فتحت میں کسی کا پیار ہوتا ہے
کبھی سید عدید اس غم سے گھرا یا نہیں کرتے

○

زخم ہنسائی سر شاخ دفاتر دیں مجھ کو
خون رلاقی ہیں ترے ہجر میں یادیں مجھ کو

میں سلگتا ہوں تو زلفوں کی ہوا دیں مجھ کو
جل بچھا ہوں تو ہوا دوں میں اڑا دیں مجھ کو

کب وہ دانستے مجھے یاد کیا کرتے ہیں
ان کے بس میں ہی نہیں ورنہ بھلا دیں مجھ کو

نہ نئے لوگ جو سمجھانے پلے آتے ہیں
میرے رستے کی نہ دیوار بنا دیں مجھ کو

یادِ ماضی سے بدل سکتا نہیں مستقبل
حال اپنا وہ اگر آ کے بتا دیں مجھ کو

جاتا ہوں کہ وہ انسان نہیں پارس ہیں
ڈور ہا ہوں کہ نہ وہ پا تھے لگا دیں مجھ کو

جن کو کہتا ہوں مرے یار پرانے ہیں عدید
ہرنئے موڑ پڑھنے نیا دیں مجھ کو

○
اس کی دفا کی ایسی کوئی تو مثال دے
جو اس حیں کو در طہ حیرت میں ڈال دے

ایسے کسی کی بیاد شب عنسم میں آ گئی
جیسے اُنق انڈھیرے میں سُونج اچھال دے

گر پوچھنا ہے مجھ سے مری داستان غم
تو اس سے پیشتر مجھے اذن سوال دے

ہم نے تمہارا پیار گیوں دل میں چھپا لیا
جیسے کوئی کسی کی نشانی سنبھال دے

ز رخیز کر کے رکھ دوں گا بجد زین کو
اک بار میرے ما تھے میں اپنی کمال دے

سید عدید ہجر میں مرنے سے پیشتر
بہتر ہے اُس کی یاد کو دل سے نکال دے



چھے تھے کس کو غم دل ستانے کی خاطر
بتاؤ اتنی کسی بے وفائی کی خاطر

میں جس کے واسطے دُنیا کو چھوڑ آیا ہوں
وہ مجھ کو چھوڑ گیا ہے زمانے کی خاطر

غیرِ لوگوں کا یار ب نصیب کیا ہے
جیشک ہے ہیں کہاں دانے والے کی خاطر

میں پیار کرتا ہوں جن سے ظلم ہے کہ نہیں
وہ آرہے ہیں مجھے آزمائے کی خاطر

کسی غریب کا دل توڑ دیتے ہیں اکثر
کئی امیر یا مسکرانے کی خاطر

عدید عہدِ محبت کو مجھوں نے دالے
ترپ رہے ہیں تراپیار پانے کی خاطر

عدید روئی ہے ملیل اُداسِ تسلی ہے
ٹنائے پھولوں کی کل شب ہوانے کی خاطر

○

دوستی کے نام پر سارا زمانہ چھوڑ دیں
تم کہو تو نہ مگی بھر سکرنا چھوڑ دیں

شاعری تو اک بیب ہے پیار کے انہار کا
تم کہو تو ہم یہ طرزِ شاعر لانہ چھوڑ دیں

کون جانے کرے اپنی جان کی قیمتِ صمول
ان کو کہنا ہر کسی کو آزمانا چھوڑ دیں

غیب میں اک خوب و محبوب کی پوچاکیں
اور پھر اس کی عبادت غائبانہ چھوڑ دیں

دل کا کیا ہے ٹوٹ جاتا ہے ذرا سی بات پر
بارہا صند آپ سے ہم نے کہنا چھوڑ دیں

منتظر کھنکسی کو اس تدریج چھانہ بیں
ان سے کہنا وعدہ کر کے بھول جانا چھوڑ دیں

ناغ غم کے گھیر لیتے ہیں مرے دل کو عدید
یاد کے پخچی جب اپنا آشیانہ چھوڑ دیں

کیوں نہ ہم اپنی دفا کی ان سے لیں اجرت عدید
کیوں بھلا ہم ان کو اپنا مجننا نہ چھوڑ دیں

جب انتظار عمر بھر کسی حسین کا رہے
مری نظر میں دوستو اسی کا نام پیار ہے

میں اُسیں گل کو دیکھ کر یہ سوچتا ہوں رات دن
ہوا کی آنکھ نم ہے یا گلوں کا دل فگار ہے

مری نمازِ عشق میں تری تلاش شرط ہے
میں سجدہ ریزی کیوں کروں جو دُب و خدا ہے

کسی حسین شخص پر مزارِ جان دار دوں
اگر بھرم یہ زندگی کا مستقل بنا رہے

اُسے یہ صندھے مان لوں عزمن نہیں جہاں میں
میں رات دن بیوچتا ہوں کون کس کا یاد ہے

مجھے تو پوچھتا ہے کیوں کہ مجھ سے کتنا پیار ہے
یہ دل بھی بچھ پہ ہے فدا یہ جان بھی نہیں تنا ہے

مرے لئے تو پیار ہے عدید میری زندگی
مجھے نہیں ہے عم کوئی اگر وہ بے دفار ہے

○
اگر یہ خلفت وفا کے نفحے سُناری ہے
تو پھر حسن کی خزانہ بھی فصلِ بہار ہی ہے

زہیں کے رازوں سے کون واقف ہے، آسمان پر
ہوا کوئی بازگشت مجھ کو سُناری ہے

یہ عشق ہے یا کہ عزم کی آتش جلا رہی ہے
نہ پھیں تجھ کو نہ میرے دل کو قرار ہی ہے

کہیں پتھر کو تلاشتے ہیں یہ دُنیا والے
کہیں تصویر تیری خلفت بنارہی ہے

یہ رسول پہلے کی بات ہے پھر مری زبان پر
کہ بعدِ رسول کے تیرے رُخ پر نکھاڑی ہے

اسیروگوں سے پوچھ لینا وہ جانتے ہیں
اکیلی چڑیا نفس میں کیوں بھڑک پڑا رہی ہے

پروں پتتلی کے خاہشون کے نشان ہونگے
عدید مھولوں کو ادرا کیا وہ دکھا رہی ہے

○
سوچ رہا ہوں کیسے اُس نے چاہت کا اندر کیا
پیار کا سودا اس دُنیا میں جس نے پہلی بار کیا

آج پیا کی راہ میں گوری نین بچھائے میٹھی ہے
زلفیں گوندی، گمراہنا، کیا کیا ہار سنگھار کیا

لاکھ حسین دُنیا میں آئے نام انہی کا باقی ہے
جن کو کسی نے ٹوٹ کے چاہا جن سے کسی نے پیار کیا

میری دفامیں اُس کی دفامیں اپنا اپنا مطلب ہے
میں نے اُس سے پیار کیا ہے اس نے کار و بار کیا

یہ مت سوچو قتل میں میرے کتنے لوگیں ہوئے شامل
اس کو سزا دو جس ظالم نے مجھ پر پہلا وار کیا

پیار اُسی کا خوشبو بن کر دل آنکنگ مہکاتا ہے
بمحض صحراء دل کو جس کی یادوں نے گلزار کیا

کس نے یترے نام کی ریکھا اپنے ہاتھ سے کھٹی ہے
اپنے خون میں یتر کے کس نے آگ کا دریا پار کیا

خوف خُدا کا کس نے کہا ہے دل میں نہیں ہم جسیوں کے
جب توڑی ہے تو بہم نے تو بہ استغفار کیا

روتے رو تے جب تھک ہار کے میں کہا کچھ بول صنم
اُس نے عدید کہا سب شکوہ تو نے یہ بیکار کیا

○

تلقین کی دماغ نے ہوش و حواس کی
خواہش حرم جسم میں جب بے لباس کی
کیا مجھ زہیں ہے یہ مجھ کو بتا کمی
دیکھی ہے میں نے دُور سے تصویر پاس کی
روئے ہیں تاکے چاند کی فرقت میں رات بھر
شنشم گلکوں پر چھوڑ گئی بوند یا س کی
دل کی زمین جس کی زد میں جب آگئی
تازہ ہوا بھی پھر نہ مرے کام آسکی

اُس بے دفاکی یاد مجھے آئے ٹوٹ کر
دل ہے بہت اُداس کوئی گیت گا سکھی

خواہشِ فضیلِ جسم سے سَرہ پھوڑتی رہی
لیکن دیارِ جَبَر سے باہر نہ آسکی

سید عَدَید شعر سمجھتے ہیں لوگ سب
لکھتا ہے جب توبات کوئی آس پاس کی

○

فُراؤ تو اپنے دوست کو بڑھ کر لگا گلے
مدت کے بعد کرتے ہو کیا شکوئے کیا گلے

کیسے کریں بدن کے گلابوں کو ہم رَفو
کرتا ہے ان کی خوشبو سے رنگِ حنا گلے

اعلان ہے کہ موت سے بچنا محال ہے
جتنا تو بھاگ سکتا ہے اتنا تو بھاگ لے

لگتا ہے ہو کے آئی ہے زندانِ بھرے
کرتی ہے پھول پھول سے کیا کیا ہوا گلے

آدابِ عشق سیکھنے آئے ہو تو سُنُز
تم چپ رہو کرے جو کوئی دوسرا گلے

اُس کا نصیب ہے یہ اُسے کیا ملا مسگر
اووں سے کیا عرض ہے تجھے اپنے بھاگ لے

ایسے عدید درد سے لیتا ہے زندگی !!
جیسے ہوا کے دم سے قوانانی آگ لے

○
اک شخص میرے شہر کا سادہ بھی ہے چالاک بھی
جو ہو سکے تو دوستو تم بھی اُسے ملتا کبھی

سُننے ہیں سارے شہر سے چرچے اُسی کے حُسن کے
ہم سوچتے ہیں کیوں اُسے ہم نے نہیں دیکھا کبھی

اوصاف میں اس سیم تن کے کرنہ میں سکتابیاں
زلفین گھٹاڑخ چاند ہے اور نرگسی ہے آنکھ بھی

یار و حقیقت میں کوئی ایسا نہیں ہوتا کبھی
جس کو کسی کاغذ نہ ہوا اور آنکھ ہونماک بھی

بامہر سے یہ کچھ اور ہے اندر سے یہ کچھ اور ہے
یہ آدمی سوچو گر طاہر بھی ہے ناپاک بھی

بیٹی انکی سیچ پر مصلوب کرنے والے کے
پچھے ہاتھ بھی آیا نہیں اور کٹ گئی ہے ناک بھی

سید عدید اس دوڑ میں کس دوڑ کی بائیں کرے
کس کو ہے اپنی جان سے پیاری وطن کی خاک بھی

○
تہنا تھے ہم تہرا رہے تہاچلے تہرا کے
تہنائی میں اتنا تو ہے جھگڑے نہیں غم خوار کے

اعجاز ہے میری نظر کا یا کوئی یہ خواب ہے
دیکھے ہیں اپنے سامنے منظر پس دیوار کے

اس حُسن میں وہ نور ہے دل کہنے پر مجبور ہے
تصویر میں تیری صنم اوصاف ہیں اوتار کے

ہم کو ہوا ہے بے دنام عالم کتنی دیر سے
تیرے لئے اس شہر میں ہم آج تک بے جار کے

اس دشت کو بھی چاہیے تیری نظر بادِ سحر
گلشن کی زینت ہو چکے موسم سہانے پیار کے

ساقی تجھے معلوم ہے یہ بے رُخی اپھی نہیں
دیکھنے نہیں تو نے ابھی تیور کی مے خوار کے

بانی وفا کی کون جانے کب کہاں نیستم ہو
بید عدید اس کھیل میں دل جبیت لو جاں ہار کے

○

یہ لطف سب دُنیا کے اب جب تو نہیں تو خاک ہیں
تو بے دفاء ہے جانتے ہیں پر تجھے ہم کیا کہیں

لاکھوں حسیں اس شہر ہیں لاکھوں سخنور ہیں یہاں
کب ہُن میں تہاہ ہے تو کب شعر ہم تہاہ کہیں

پوچھا ہے اُن کے بارے میں تو نے مجھے کیسے ہیں دُہ
اس صحن میں اب کیا کہوں مشور ہیں بے باک ہیں

چرائیں ہیں اس کو آج تک دیکھا نہیں ہم نے کبھی
جس شخص کو اس شہر ہیں سب چاند کے جیسا کہیں

ہم جانتے ہیں فرق کیا ہے دُور اور نزدیک میں
تم کو کہیں ہم چاند ہے پھر چاند کو تم ساکھیں
مُمکن نہیں جب غیر سے نفرت کریں، الگت ملے
دنیا مکافاتِ عمل ہے اور ہم کیا کہیں

سید عدید اس دور میں واعظ سے بچنا شرط ہے
کچھ حسن والے تو یہاں واعظ سے بھی چالاک ہیں

دیتے ہیں ساعت کو کئی بھوٹ دلا سے
ڈرجاتے ہیں تہائی میں جب اپنی صدائے
مقمل میں چلے آئے ہیں جو اپنی رضائے
اللہ بتیرے پیارے بنی کے ہیں نواسے
ہم جیسا کہاں کوئی تیرا چاہئے والا
مانگے جو تیرا پیار ہی بس اپنے خدا سے
یہ شہزادی ان کا مقتدر تو نہیں ہے
ساحل سے پڑت آئے ہیں کچھ لوگ جو پیاسے

نفرت کا کبھی گھر میں اندھیہ رہتا
روشن ہوشستان جو توزیرِ فنا سے

لازم ہے نئے دور کا مفہوم سمجھتا
پچھا بھی ضروری ہے زمانے کی ہوا سے
رکھتے ہو عدید ان کی پرستش کی تمت
نکلا ہے کوئی کام کبھی دستِ دعا سے

○
اس کی خاموشی کے ہر قفل کی چابی آنکھیں
رازِ سربرتہ بھی کھولیں گی شتابی آنکھیں

ایسے کترکے مرے گھر سے گزر جاتی ہے
گویا اس شہر میں رکھتی ہے ہوا بھی آنکھیں

میرے ہونٹوں پر سوال آکے ٹھہر جاتا ہے
جب جھکا لیتا ہے اک شخص جوابی آنکھیں

اس زمانے میں ضروری ہے یہ جینے کے لئے
ذہنِ ابلیس کا ہو اور عطا بی آنکھیں

جُز ترے کون مسیحائی کرے گا اس کی
قتل کرتی ہیں جسے تیری گلابی آنکھیں

اُس کے خسار کہ ہیں روئی کے گالے جیسے
زُف سبیل سے ہیں اور کتابی آنکھیں

تو عدید اُس کے ہی آنگن میں کھڑا کھتا ہے
میں مقابل ہوں نتے مجھ سے ملا بھی آنکھیں

○
جب دن بھی ساتھ چھوڑ دے اور کالی رات بھی
معنوم ہم سمجھتے ہیں ہر بات کا تباہی

ماضی کے کچھ نقوش اُبھرتے ہیں ذہن میں
آتے ہیں مجھ کو یاد کئی واقعات بھی

نفرت کا وقت کیسے نکالا ہے دوستو
یہ منصرجیات ہے اور بے ثبات بھی

خون ریزی، قتل، چوری ڈکتی کے ساتھ ساتھ
ہوتے ہیں روز شہر میں کچھ حادثات بھی

جیت تک یقین پورا نہ ہو رب کی ذات پر
کھلتا نہیں ہے رازِ حیات و محنت بھی

پولسیں جس مقام پر ہوتی ہے رات کو
ہوتی ہے راستے میں دہیں دار دات بھی

ہے کون جس کے حکم سے تمیزد ہو گئی
سید عدید اتنی بڑی کائنات بھی

○

جب کبھی صنبط کا کھوئے گا یہ تالا پانی
اس کے رخسار پر بن جائے گا مالا پانی

تو نے کیوں آتشِ رخسار پر ڈالا پانی
اور جھٹکانا ہے خواہش کی جوالا پانی

اُس کے اعجاز نے پتھر سے نکالے چشمے
جس نے صحرائے عرب سے ہے ہے نکالا پانی

ایک مجبور پدر سے یہ پسر کرتا ہے
جمِ پیری کی سزا ہے یہی کالا پانی

لوگ کہتے ہیں جسے شرِ وفا میں شبنم
بن گیا پھول کی پتی یہ وہ چیلا پانی

اس کو ہر چاہِ زفون پر ہے سرابِ افت
دل کسی کا ہو اگر ڈھونڈنے والا پانی

شب کئی تشنہ لبی میں تو مرے گھر سید
سامنے لایا ہے کوئی صبح، اُجلا، پانی

○

تری دنیا کا یارب یہ نیا دستور کیسا ہے
اسی کے یار ہیں سب لوگ جس کے پاس پیرے ہے

وہ جس کی شکل پانی پر بنائی ہے ہواویں نے
نظر کے سامنے فطرت کا وہ شہر کار کیسا ہے

میں ارفع سے کسی کمتر کو کب تشبیہ دیتا ہوں
مگر سب لوگ کہتے وہ بالکل چاند جیسا ہے

کسے معلوم کب بڑھ جائے اسکی سحر انگریزی
تری آنکھوں کی سُرخی میں سردا اب تک تو مے ساہے

میں دُنیا کو سمجھتا ہوں مکافاتِ عمل یارب
سُنا ہے جب سے دنیا میں یہاں جیسے کوئی ناہے

ہواوں میں محنت رنگ بھرتی ہے عدید اپنک
ترے سانسوں کی آوازیں ترجم جیسے نے سا ہے

میں اُس کے حُن کو یار و شفاض کرنے میں سکتا
ہیک پھُلوں کے جیسی ہے بد ن چاندی جیسا ہے



ن پھے سے کوئی آواز دے دانتہ دانتہ
بدلنا جارہا ہوں راستے دانتہ دانتہ

یہ مغل اک وسیلہ ہے غزل تو اک بہاذ ہے
کہا ہے حال دل ہم نے تجھے دانتہ دانتہ

جُدا بھی کر لیا ہے نام تیرے نام سے ہم نے
کیے ہیں چرچے بھی تہنائی کے دانتہ دانتہ

جماع بھی جاؤں اُس کی یاد مرے پیچھے آتی ہے
وہ رہتا ہے نظر کے سامنے دانتہ دانتہ

کہیں ایسا نہ ہو ان پر کوئی الزام آجائے
ہم ان سے دُور بھی اکثر ہے دانستہ دانستہ

ہمیں دانستہ تبلائی ہے تم نے اپنی محبُوری
ہٹلایا ہم کو اپنی راہ سے دانستہ دانستہ

ہمیں معلوم تھا یہ عدید اس کا دہ مخبر ہے
کیے دل کھول کر جس سے گلے دانستہ دانستہ

○
غم کو تصویر کیا ہے ہم نے
آنکھ میں خون لگا ہے جمنے

بعد مدت کے خزاں آئی ہے
ہم پر احسان کیا موسم نے

شہد گھولا ہے مرے کافوں میں
تیری پائل کی صنم چشم چشم نے

کیا خبر اس کو تھی میرے غم کی
بھید کھولا ہے یہ چشم نم نے

خشنک سالی کا گلہ کرتے ہیں
ایک کچھ دیر ذرا دو تھمنے

یہی سوچ رہا ہوں کبے
کیوں مجھے یاد کیا ہم دم نے
جس کو تعمیر کیا تھا تو نے
توڑ دلا اُسے تیرے غم نے
یہ عدید اس کے لئے زندہ ہوں
مجھے برباد کیا ہے غم نے

چھپی ہوتی ہیں کئی بجلیاں تسم میں
جنما کا عکس محبت کی روشنی نہم میں

یہ ایک چہرہ ہے لاکھوں حسین چہروں میں
وہ ایک چاند ہے تنہا بحومِ انجم میں

یعنی چاند کا دیکھو تو گھرے پانی میں
اُتر رہا ہے کوئی سیڑھیاں نلاطم میں

ہر ایک چہرے پر تحریر ہے غمِ ہستی
چھپا رہے ہیں مسخرے کلی نہشتم میں

○
 دن تڑپنے کیلئے رات ہے رونے کیلئے
 آپ کی یادِ مرے سامنھے ہے رونے کیلئے
 ہنسنے والوں کو مبارک ہوں خوشی کے لمبے
 مجھ کو تو شوق ملاقات ہے رونے کیلئے
 جس کو سن کرتیرے ہو نہیں پتہ بسم آیا
 اس فسانے میں دی بات ہے رونے کیلئے
 شام سے پہلے کہیں جھوڑ رہ جائے مجھکو
 ایک سایا جو مرے سامنھے ہے رونے کیلئے

تمام عمرُ سے یاد کر کے روتے رہے
 وہ ایک عہد ہوا تھا کبھی جو ہم تم میں

تمہارے عکس کا یہ معجزہ ہے رشکِ قمر
 ستارے نوٹ کے گرنے لگے ہیں فلزِ مم میں

نکالا جس کے لئے ہم کو ربِ جنت سے
 وہ لازمِ ڈھونڈ رہے ہیں عَدیدِ گندم میں

جس کو کہتے ہیں کہ دُنیا ہے یہ دُنیا والے
دہر میں کنجھ طسمات ہے ورنے کیلئے

ہم ستاروں سے سجائنتے ہیں راہیں بیکن
رونق بزم خیالات ہے رونے کیلئے

تم عدید اپنے مقدار سے لڑو گے کب تک
گردشِ ارض و سموات ہے رونے کیلئے



سب سے پیاری جان ہے مجھ کو جان سے بڑھ کر تیرا پیار
یعنی میں اک دل ہے اور اس دل کے اندر تیرا پیار

وہ کیا جانے با تھکی رکھا جس نے تجھ کو آنکھ سے دیکھا
اس کے لیے خوش قسمت وہ ہے جس کا مقدر تیرا پیار

تو اک حُن کی دیوی تیرے جلوے میری آنکھوں میں
میں ہوں ایک پچاری میری پوجامندر تیرا پیار

ہر اک سانس کی لے پر تیرا نام لیا ہے یوں جیسے
قطرہ قطرہ چاہت میری اور سمندر تیرا پیار

لوگوں نے سمجھا ہی نہیں ہے میرے جذبوں کو اب تک
میری غزل کی صندوزتا کا ہر اک اکھر تیسرا پیار

ٹھوکر کھا کر جب گرتا ہوں تو ہی سامنے آتا ہے
منزل منزل پیار ہے تیرا راہ میں پتھر تیرا پیار

گونج رہا ہوں اپنے اندر تیرے پیار کی متی میں
چاہت میری ایک صد اے گنبد بے در تیرا پیار



جب شرط ہے سفر کی تو ہیں نقشِ پا کئی
منزل کی جستجو ہے تو رستے بنائی

بکھرے ہوئے ہیں رنگِ دھنک آسمان پر
نقشے بنارہی ہے زمیں پر ہوا کئی

کچھ نے کہا کہ چاند کل اُتا تھا شہر میں
حلیہ بتا رہے ہیں مرے یار کا کئی

لازم نہیں ہوت پلے تیسرا پہلی بار
ہاتھوں میں رکھ کمان نشانے لگا کئی

کچھ لوگ تھوڑے غم سے بڑے پُر ملاں ہیں
آنکھوں میں روک یلتے ہیں سیل بلا کئی

جج کا ثواب چاہیے تجھ کو تو پھر عدید
پہلے تو اس کے کوچے کے چکر لگا کئی

ہر کام تو عدید بعزم صمیم کر
پیدا کرے گا آپ دیسے خدا کئی

تم نے کہا ہمیں فہسو ہم نے کہا ہنسے
ضند کی مجال کس کو ہے عالم پناہ سے

اس کا تمام عمر سنبھلانا محال ہے
جو شخص گر گیا ہے کسی کی نگاہ سے

جن نے لکھے ہیں در دزمانے کے میر کام
اللہ عمر بھر وہ یونہی بے دف ہنسے

تیشہ بکفت نہیں تھے مگر پھر بھی دستو
پھر ہمادیے ہیں سمجھی ہم نے راہ سے

واعظ جو اک حدیث سنا کر نکل گیا
تو بہ توروز کرتے ہیں ہم بھی گناہ سے

سید عدید آئے ہوتم سر بکفت مگہ
بچ کر کہاں گیا ہے کوئی قتل گاہ سے

سید عدید فقر فناعت کا نام ہے
ملتے نہیں فقیر کسی بادشاہ سے

مجھوں نہیں ہوں تیری محبت کے راستے
ٹوٹے نہیں ہیں دل کی تمنا کے سلسلے

غمروں سے مانپتے ہیں سفر تجربات کا
سُورج ڈھلتے تو میرے بھی سائے کا قدر ڈھھے

جن کا جواب کوئی کسی کو نہ دے سکے
پوچھا ہے وہ سوال پرندوں نے برق سے

دنیا میں تو ہی پیار محبت کو عام کر
یارب نظام ظلم تری دسترس میں ہے

داغِ دفا وہ دے کے گیا جب تو یوں لگا
یادیں اُدھار مانگ لی ماٹنی سے حال نے

چارہ گروں کی جھوٹی تسلی کا ذکر کیا
جب صبط غم سے ہار گیا وہ بھی روپڑے

جانے نہ کوئی لوگ، قیامت سے پیشتر
آتے کہاں سے اور کہاں پہ چلے گئے
اغراض کو خلوص سے کر دیں جسدا اگر
سید عدید کون مصیبت میں ساتھ دے

○
تازہ ہے دل میں یادِ شکستِ نصیب کی
مدت کی چوت لگتی ہے ماٹنی قریب کی
لازم نہیں کہ پیار کی تشهیر ہم کریں
تعلیم تو ضروری نہیں ہے دقیب سے
ٹی وی میں رہنمائے اچھالی ہے یہ خبہ
غربت کی بھینٹ چڑھ گئی بیٹی غریب کی
پہرے نہیں ہیں جبکے سچ کی زبان پر
اب ختم کر دی ہم نے کہانی صلیب کی

چہرے کا کرب دیکھ کے پہلے مریض سے
ڈر ہے کہ بعض ڈوب نہ جائے طبیب کی

چہرہ سپید، زلف سیہ اور سیم تن
تصویر ہو ہو ہے یہ میرے جبیب کی

او صاف کیا بیان کروں اس حسین میں
با تین عدید ساری ہیں دل کے نقیب کی

روح ہوا پر مااضی کے ہیں نقش پا سمجھی
ردیا ہوں میں بھی اور مراغم شناس بھی

ایک شخص مجھ سے دُور رہا آس پاس بھی
مفہوم کب سمجھتے ہیں اس بات کا سمجھی

پوچھے کوئی سوال تو دیتا نہیں جواب
دل کیا گیا کہ اڑ گئے ہوش وہاں بھی

چھپوں کی رست بہار کی آمد تو ہو چکی
آجا واب تو کھلنے لگی ہے کیاں بھی



چودہ سو سال پہلے کا یہ راز کھُل گیا
عورت لباس میں بھی ہے اور بے لباس بھی

اس دو دل میں کسی سے بھی کم تر نہیں کوتی
ہڑنا نہیں ہے لصفت قطر سے رداں بھی

سید عدید ہم نے کہا تو نے سُن لیا
صد میں ہمارے ہجر کے دل سے بُھلا سبھی

تو بہ کا پاس جن کو ہو سید عدید وہ
رکھتے نہیں ہیں میز پر خالی گلاس بھی

○
سادن سے کہو ٹھہرے ابھی اور نہ بر سے
نھاک ہار کے آئے ہیں بہت لمبے سفر سے
اس خوف سے اس شوخ کی تعریف نہیں کی
دیکھئے نہ اُسے اور کوتی میری نظر سے

ڈھونڈا ہے مگر ان کا فشاں تک بھی نہ پایا
وہ پتے جو ٹوٹے تھے کبھی شاخ شجر سے

کس بات پر اتراتے ہوئے پھرتے ہو بولو
پھلدار ہو جشاخ وہ جھک جائے ٹمر سے

کیا ان کی ریاضت کا حلہ کچھ بھی نہیں ہے
اک عمر سے جو تیری محبت کو ہیں تر سے

کہنے کو تو تم سارے بہادر ہو نہ ڈر ہو !
کیوں گھر میں چھپے بیٹھے ہوا کچھ ڈر سے

جس راہ میں وہ ہم کو کبھی چھوڑ گئے تھے
گزرے پیں عدید آج اسی راہ گزرسے



رہِ محبت سے کوئی صورت فرار کی ہے
ہر اک بیشتر کو تلاش دل کے قرار کی ہے

یہ کون اُترا ہے چاند کے کرذ میں والو
ٹھہر گیا ہے ندی کا پانی ہوا ڈکی ہے

بشر بیچوں نے جس کو جڑ نے اکھاڑ پھینکا
مرے مقدار میں چھاؤں ایسے چمار کی ہے

یہیں پہ آتا ہے گھوم پھر کے ہر آدمی نے
یہیں کہیں پرستنا ہے ہم نے قضا رکی ہے

خزان کا موسم گزر گیا ہے اداں کیوں ہو
یہ دُرد سارے عطا ہی فصلِ بھار کی ہے

یمیرے حصے کے درد لیکر کہاں چلے ہو
یہ بات ساری تو اپنے اپنے شمار کی ہے

بتاؤ پھرے پہ بدخواہی کا عکس کیوں ہے
یہ ساری بے چنیاں یہستی تو پیار کی ہے

عدید خواہش ہے جس کے سچے پھرائ جیسی
گلے میں مدت سے ایک ایسی صدارتی ہے



اس دل نگر میں دوستو جانے کمان سے آبسا
سینیں بدن نہ تاب سا پھرہ خیال دخواب سا
کیا پیار کا جادو نہیں جب تو ملا تو یوں لگا
جیسے کسی کو مل گیا ہمیں اکونی نایاب سا
جب تو نہیں تو زندگی کی رُنقیں بیکار ہیں
اس شہر میں بے جا رہا اس دشت میں بے جا بسا
ڈُوبا ہوا ہوں سوتھ میں تعبیر کی ہے جُستھو
کل رات میں نے خواب میں دیکھا تھا اک گرداب سا

انکار کب توحید سے میں نے کیا پر یہ بتا
اس دل میں تیر پیاروں کب تک رہے تہبا بسا
اس شہر میں ہر شخص کو دھوکہ دیا جس شخص نے
تیج اُس کے ہاتھ میں مانچھے پہنچا محراب سا

جب میں نہ کوئی ظلم ہو انسان پر بس پیار ہو
مکن ہو تو سید عدید اک شہر تو ایسا بسا

مکان میں ملکہ

بہت روشن میں کچھ پہلو یہاں ہرشے پرانی کے
بڑھاپے میں کئی اسرار کھلتے ہیں جوانی کے

خدا جانے نتیجہ کیا نکلتا ہے لڑائی کا
دل آنکھوں میں نظر آیا مقابل آگ پانی کے

ہوا کے ہاتھ لگ سکتی ہے کوئی گل کی کمزوری
بہت چرچے ہیں تینی کے چمن میں راز دانی کے

مقدار کی خطا کیا ہے اسے معلوم ہے جس نے
سب اس شہر سے پیدا کئے نفل مکانی کے

مجھے اس جنگ سے لفڑت ہے جسکے بعد ہوتے ہیں
کسی کے قتل کے چرچے کسی کی جانشناختی کے

میں باغی تو نہیں میکن محبت کا پیغمیر ہوں
چلواب نختم کرتے ہیں یہ جھگڑے عمرِ فنا کے

شبِ ہجران کسی کی یاد کا تحفہ جوئے آئے
بہت مشکور ہیں سید عدید اس کی نشانی کے

○

پاپیں میری حصورِ بہنسی میں نہ طالع
دل کا عبارِ جسم سے باہر نکالنے

طوفان کی دلیل بتاؤ ہے اور کیا؟
ظاہر شیاں بخشکتی ہیں گوشِ صدائے

نظرت ہو جن کی ڈسنا بہر طور دستو
دہ سانپ آسین میں ہر گز نہ پالنے

تیری گلی میں آج عجبِ حادثہ ہوا
پھر ہوں نے مجھ کو دیکھ کے پھرا مٹھائے

انسانیت کے قتل کی خاطر خطیب نے
مذہب کے نام پر بھی کئی بُت بنالئے

میں کون ہوں کہاں سے میری ابتدائی
کرتا ہوں اپنے آپ سے اکثر سوال یہ

جب تک میں اپنی ذات میں تھا الحضیر میں
خود کو مٹا دیا تو سمجھی راز پالئے

کل تک یہ راز را تھا لیکن عدید آج
کتنے محل ہواں میں ہم نے بنالئے

اس جس جان لیوا میں کوئی نہیں علیٰ
میں پھر رہا ہوں شہر میں تازہ ہوا لئے

○
نقابِ رُخ سے اُٹھا کر جوابِ دو مجھ کو
کسی پہلی گرا کر جوابِ دو مجھ کو
مجھے اکیلا کبھی چھوڑ کر نہ جاؤ گے
قسمِ خدا کی اُٹھا کر جوابِ دو مجھ کو
تمہاری یاد کو دل سے نکال دوں کیسے
کسی کو دل میں بسا کر جوابِ دو مجھ کو
کہاں سے آئے ہواب رات ڈھلنے والی ہے
نظر نظر سے ملا کر جوابِ دو مجھ کو

شب فراق کی ظلمت کو دور کیسے کریں
لہو سے دیپ جلا کر جوابِ دو محجّہ کو

عدید شہر کے موسم پر ناز ہے کتنا
یہ میرے دشت میں آ کر جوابِ دو محجّہ کو



آرزو ہے کہ ترے در پہ قضاۓ جاتے
خشک پتا ہوں چدھر چاہے ہوا لے جاتے

وہ مری آنکھ میں ہجت کا نشان چھوڑ گیا
اب کہاں جانے یہ نقشِ کعب پائے جاتے

پُرسشِ حال میں کیا جاتا ہے یارِ سوچو
جس کا جی چاہے مرے دل سے دعا لے جائے

میں تو حالات سے سمجھوتہ نہیں کر سکتا
چاہے جس دار پہ اب مجھ کو آنے جائے

بیدھی باتوں کا سمجھتا ہے وہ اُٹا مطلب
ہر کہیں ساتھ دے اک آستن سالے جائے

میرے جذبات ہیں انمول مگر جو چاہے
کھوئے سکوں کے عوض مال کھراے جائے

باتوں باتوں میں اُسے دل کا کہوں حال عدید
باتوں باتوں میں میری بات دہڑائے جائے

○
اپنی پکلوں میں کوئی درد پردنے کے لئے
دل ترپتا ہے مرا آپ کا ہونے کے لئے

تجھ کو دیکھا تو ترپ ایسے اٹھی ہے دل میں
جیسے اک بچہ چمٹتا ہے کھلونے کے لئے

اس کا انجام کہیں مرگِ مفاجات نہ ہو
دل کی حرمت ہے بہت چین سے سخوں کے لئے

خواب تو خواب ہیں پکلوں پہ اٹھاؤں کبت تک
بو جھ کچھ کم تو نہیں اور بھی ڈھونے کے لئے

جن کاغم ضبط کی شدت سے چڑھ جاتا ہے
پھٹ بھتے ہیں وہ دامن کو ہگونے کلتے

تو بھر جائے تو کیا تیرے لئے مرحباً میں
تجھ کو پایا ہے اگر ہم نے تو کھونے کے لئے

رشک ہے مجھ کو عدید ان پھتت کی قسم
اس کے شانے پہ جو سر رکھتے ہیں یونے کے لئے

وقت کر کے سوال بیت گیا
روتے رو تے یہ سال بیت گیا

ایک دن ایک سال میں گزرا
ایک دن ایک سال بیت گیا

تیری فرقت میں یاد جب مجھ کو
ماصنی آیا تو حال بیت گیا

پھر یہ انکھیں کھلیں تو کیا حاصل
وقت جب چل کے چال بیت گیا



یاد آئی کسی حسینہ کی
محبے مثال بیت گیا

گھر میں دونوں عدید آئے تھے
بھر ٹھہر اوصال بیت گیا

مرے خدا مرے یہ نہ میں کیا سلگتا ہے
میں سالش لوں تو لمبوں سے دھوان بھلتا ہے

کوئی بتائے کہ منزل تلاش کیسے کروں
ہر ایک شکل پر دل راستہ بدلتا ہے

عجیب کر مسلسل میں جان ہے میری
نہ چین آتا ہے مجھ کو نہ دم بھلتا ہے

تم ایک شامِ الم دیکھ کر تھپتے ہو
یہ آفتاب اُفتی میں تور دوز ڈھلتا ہے

یہ لخت لخت مِرادل بُجھی بُجھی آنکھیں
اُس شہر تمنا اُجاڑ رستہ ہے

عدید ایک خوشی زندگی کا حاصل ہے
میری دفا کا ابھی تک چراغ جلتا ہے



تماری یاد کو پکوں میں جو پروایا ہے
تمام عمرِ محبت کا بوجھ ڈھویا ہے

اسی کی دشتِ شناسی کے معرفت کیوں ہو
دفا کا بیجِ مقدّر میں جس نے بویا ہے

مجھے ہے تم سے محبت بہت محبت ہے
تمہیں تو مجھ سے محبت نہیں کہو، یا ہے

یہ مطمئن ہوں تجھے کھو کے پالیا میں نے
تو مضطرب ہے مجھ پا کے تو نے کھویا ہے

تمارے ذکر پر رویا ہے ٹوٹ کر پہلے
پھر اس کے بعد بڑے چین سے وہ سویا ہے

تماری شکل سے بنتی ہے ہر کسی کی شبیہ
تمارے عکس کو آنکھوں میں جب سویا ہے

اُسے بھی رُت کے بدلتے کا دکانہ میں سید
لپٹ کے شاخِ شجر سے جو برگ رویا ہے

○

سوق کر دل یہ دھڑکتا ہے بڑے زور کے ساتھ
دل لگا لو نہ کہیں تم بھی کسی اور کے ساتھ

بیٹھے بیٹھے یوں ترا دل میں خیال آتا ہے
جیسے خاموشی چلکتی ہے کہیں شور کے ساتھ

درنہ کون ایسے کسی کو بھی اماں دیتا ہے
ربط لازم ہے مرے حرم کا اس گور کے ساتھ

ان کے ہونٹوں سے کئی بار لگا کر مُنگلی
ذائقہ شہد کا محسوس کیا پور کے ساتھ

اپنی تقدیر کے وہ خود ہیں بنے والے
لوگ چلتے ہیں یہاں جتنے نئے دور کے ساتھ

رہنماؤں سے گلہ کرتے ہو کیوں بے مقصد
چور کے بھائی بھی مل بیٹھے ہیں اب پور کے ساتھ

اس کا مقصد ہے نئی نسل کی ترویج عذرید
پاؤں کا روگ لگایا جو حسین مور کے ساتھ

○
درد کی بات مرے دل کی شکیبائی ہے
میں نے ناکرده گناہوں کی سزا پائی ہے

تختہ دار پہ پھولوں کی مہک آتی ہے
اپنے ہمراہ قضا با صبا لائی ہے

رِزق کس دشتِ طسمات میں لے آیا مجھے
شہرِ مشرق کا ہے تہذیبِ کلیسا ہے

آئندہ ساز نے احسان کیا مجھوں پر
میں تماشا ہوں مری آنکھ تماشائی ہے

اتنا تھا بھی نہیں اور کوئی دُنیا میں
کوئی رجسٹر ہے کسی سے نہ شناسانی ہے

جس کو الزام دیا تو نے سرِ بزم و ف
لے عَدید اس کے لیے تو بھی تو ہر جانی ہے



کبھی تیرے در پر صدا کر کے روئے
کبھی ہم حُنڈا سے دعا کر کے روئے

بہت لوگ ایسے ہیں جو زندگی میں
نازِ محبت قضا کر کے روئے

کبھی زرد پتوں کا ماتم کیا ہے
کبھی شاخ سے گل جُدا کر کے روئے

ملا اک شر ابی سے جب ایک ساقی
تو دونوں ہی شب بھرن شہ کر کے روئے

اُسی نے مجت میں دھو کا دیا ہے
جسے اپنا دد آشنا کر کے روئے

جب واقعہ ہے کہ صیاد سید
قفس سے پرنده رہا کر کے روئے

عدید اس کے سارے ستم بھول جاؤں
مگر مشرط ہے وہ دغا کر کے روئے

رات کا قتل انڈھیرے میں اجلا کر دے
اس سے پہلے تو مجھے میری قبلا کر دے

میں نے صحرائی مسافت کا صبلہ مانگا ہے
تو مرے نام مرے پاؤں کا پھالا کر دے

یا مرے تیرہ مقدر کو ضیالا کر دے
یا تو سورج کی سفیدی کو بھی کالا کر دے

جب بھی آتی ہے مجھے یاد مرے بچوں کی
اور افسردہ مجھے دیس نکالا کر دے



گردوں فضاؤں سے میں واقف ہی نہیں
تو بہر طور مجھے تازہ ہوا لا کر دے

میں ترے سامنے سراپا جھکا لیتا ہوں
تومرے قد کو مری سوچ سے بالا کر دے

بجھ کو معلوم یا انمول ہیں موئی کتنے !!!
اشک پکوں میں پرو کر انہیں مالا کر دے

چھپ گیا ہوں تو ملؤں گانہ کسی کو بھی عدید
یہ زمیں آسمان ایک ڈھونڈنے والا کر دے

○
شام تھک بار کے جب رختِ سفر کھولتے ہیں
یاد کے پچھی قفسِ توڑ کے پر کھولتے ہیں
کیا ضروری ہے کہ جذبے کو تراشا جائے
آپ کہتے ہیں تو ہم دستِ ہنر کھولتے ہیں
تم اُفق پر ابھی نجیسِ پرپری رہنے دو
چاند چھپ جائے تو پھر شمس کا درکھولتے ہیں
رات بھر کس کی صدا آتی ہے اُس بستی سے
آنکھ سب لوگ جہاں وقت سحر کھولتے ہیں

اس کی تصویر کو آنکھوں میں مغل سحر کے
اپنے جذبات کا ہم ساتواں درکھولتے ہیں

دل تو کھتا ہے کہ وہ بوٹ کے آجائے گا
جن کو اُمیّد ہو دہ آس کے درکھولتے ہیں

ان حبابوں کو سمجھتی ہے یہ کیا کیا دُنیا
بھر انفاس میں خواہش کے جو سرکھولتے ہیں

اس کی چاہت پہ بھروسہ ہے بہت ہم کو عدید
جس کی آغوش میں ہم اپنی نظر کھولتے ہیں

○

جس کا خمیر پانی، ہوا آگ خاک ہو
اس کے خلامیں کیسے ملیں نقش پا کہو

ہم تو گناہ گار ہیں تسلیم کر لیا
کوئی تمہارے شہر ہیں ہے پارسا کہو

اس زندگی میں جہدِ سل کے باوجوڑ
ناکام کیوں ہوتے ہیں صنم آشنا کہو

لقطوں کو رنده مار کے پارش لگائے جو
شاعر نہیں ہے وہ اُسے شاعرنا کہو

بچھڑا جو تم سے غم کا مدارا نہ ہو سکا
آئے زیاد کیوں مجھے حرفِ دعا کہو

قامِم ہے زندگی کا بھرم جستجو کے ساتھ
منزل ملے تو پھر بھی اُسے راستہ کہو

سید عدید آپ ہی کرتا ہوں میں رفو
ن خم جگر ہو یا مرے دامن کا چاک ہو

○

نظرِ جھکا کے جسے وہ سلام کرتے ہیں
اسے وہ پہلی نظر میں غلام کرتے ہیں

اگر کہے تو ترے خط دکھاتے ہیں تجھ کو
وفل کے عہد سے توبے دفام کرتے ہیں

وہ میرے شہر میں آئے ہیں دیکھنا یہ ہے
کہاں ٹھہر تے ہیں کس جا قیام کرتے ہیں

سُنا ہے میں نے کسی شخص کے اشکے پر
درخت چلتے ہیں پتھر کلام کرتے ہیں

ایمِر شہر بھی ان کو سلام کرتا ہے
ہمارے شہر میں جو قتل عام کرتے ہیں

ہم اپنے ضبط کو دیتے ہیں نام نہب کا
وہ قتل کرتے ہیں تو رام رام کرتے ہیں

کسی کو قتل وہ کرتے ہیں دشمنی میں عدیہ
کسی کا کام نظر سے تمام کرتے ہیں



نظر بصیر دل غم شناس رکھتے ہیں
پر ایک شخص کی تصویر پاس رکھتے ہیں

نظر کی تاب نہ لا کر وہ ڈٹ جاتا ہے
وہ میرے سامنے جب بھی گلاس رکھتے ہیں

ہم اُن کے بارے میں سب جانتے ہیں ہندو
وہ اور اوروں کی عزت کا پاس رکھتیں ہیں

تمہارا پیار سے محور محیط یادیں ہیں
ہم اپنے ساتھ وفا کار داس رکھتے ہیں

زمانہ جن کو سمجھتا ہے خود سے بیگانہ
پچھے ایسے لوگ بھی ہوش دھاں رکھتے ہیں

سمجھ رہا ہے زمانہ حیات ہیں جنکو
مگر وہ لوگ تو جانے کی آس رکھتے ہیں

عدید یاد بہت گھر کی آتی ہے مجھ کو
پرندے جب بھی درختوں پر گھاس رکھتے ہیں

○

مثال ایسی کہیں کوئی گفتگو کی ہے
ہوا مکنتی ہے خوشبو کلام کرتی ہے

ہماری سانس کی زنجیر کشی جاتی ہے
قضايا کے ہاتھوں میں شاید ہوا کی بیٹی ہے

کہاں کا عشق محبت وفا کے کیا معنی
وفا کی شکل کبھی آئنے میں اُتری ہے

اسی کی پیاس کی شدت سے موتی بنتا ہے
صدوف جو بھرپڑیں اک بوند کو ترسنی ہے

مچل رہی ہے جوانی ہوں کی باہوں میں
مشرب بچے کے ہاتھوں میں جیسے تسلی ہے

یہ لوگ جس کے ستم کی مثال دیتے ہیں
ہمارے واسطے وہ تو وفا کی دیوی ہے

عَدَيْدَ ہاتھوں میں کانٹے پر دلتے ہم نے
سُنَا ہے جبَّتِ وہ شاخوں سے چھوپُل چنی ہے

○
سُخن کے پھیلے ہیں جو شش جہات میں جگنو
ہے لفظ لفظ مشرب بات بات میں جگنو

اشارہ کر کے تاروں کی سمت اُس نے کہا
اُجالا کرتے ہیں یوں کائنات میں جگنو

اندھیری رات میں جل بُجھ کے روشنی کے دیے
سراغ دیتے ہیں یہ راہ کام تھیں جگنو

خُداً گواہ کہ دل کو سکون دینے ہیں
اجالتے ہیں نظر کو جو رات میں جگنو

مرے وطن میں اندھیرا بہت اندھیرا ہے
تم آؤ لے کے مرے سانحہ ہاتھ میں جگنو

ہر ایک سمٹ فضاؤں میں جب اندھیرا ہو
اک آنکھ ہے پھر اپنی ذات میں جگنو

یزدیت کے اندھیرے کو سر کریں سید
لہو کے قطرے ہیں دشتِ حیات میں جگنو



جس نے پراغ پیار کے سارے بھا دیئے
روشن کرے گا کیسے وہ دستِ ہوا دیئے

زحمت تو دیجئے کبھی ہاتھوں کو میری جان
مُدت ہوتی ہے زخم کو رنگِ حرثا دیئے

یہ چُپ نہ مجھ سے چھین لے میری زبان کیں
اک غر ہو گئی ہے کسی کو صَدِ ادیئے

دنیا تو صرف دیکھ رہی ہے یہاں کوئی
جانے سے پہلے کتنے جلا کر گیا دیئے

آدم کے بارے میں یہ فرشتوں کی رائے تھی
یارب کرے گا تیری زمیں پر فساد یہ

لوگوں نے میری سوچ کو زنجیز کر دیا
اڑنے کی جستجو میں جو پر پھر پھر ادینے

کہتی ہے بار بار مجھے سرپھری ہوا
سید عدید راہِ وفا میں جلا دیے

○
میں ہوں مجرم کہ تجھے پیار کیا ہے میں نے
اور پھر پیار کا انعام کیا ہے میں نے

اور توحید کی میں کیسے گواہی دیتا
اپنی ہستی سے تو انکار کیا ہے میں نے

میں ہواؤں کے سکنے کی صدائناہوں
اپنے احساس کو بیدار کیا ہے میں نے

دل کی باتوں کو میں تسلیم نہیں کر سکتا
ذہن کو راہ کی دیوار کیا ہے میں نے

محنت مشکل ہے یہ تسلیم کا شیوه یہ کن
کُفر کے بُرُج کو مار کیا ہے میں نے

تو مقابل پر مرے کیسے چلا آیا ہے
تجھ کو تو صاحبِ دشمن کیا ہے میں نے
تم عدید اپنے لیے روتے تھے یہ سکن تم کو
عینکے غم سے خبردار کیا ہے میں نے

وقت تھا بھرِ ملاقات سحر سے پہلے
تیری تصویر سے کی بات سحر سے پہلے
ذُور کی پہلی کرن سوچ کو انگھیں دے گی
نامکمل ہے مری ذات سحر سے پہلے
صُبح کے بعد میں تنہا ہی جلا کرتا ہوں
شبح جلتی ہے مرے ساتھ سحر سے پہلے
اپنے بچوں کے لیے کرتا ہوں محنتِ دن بھر
حَشَر کرتی ہے بپارات سحر سے پہلے

ہم بتاتے ہیں کٹی کیسے ہماری راتیں
کرتولیں چند سوالات سحر سے پہلے

تیری زلفوں کی مہک آپ صبالتی ہے
ہم نے کب کی ہے تری بات سحر سے پہلے

میرے اشعار میں یادوں کے کنول کھلنے لگے
مل گئی پیار کی خیرات سحر سے پہلے

روز کرتی ہے مرے دل کی زمین کو جل نفل
روز ہوتی ہے یہ برات سحر سے پہلے

رات کاٹی ہے بہت ہم نے مصیبت میں عذیٰ
جب لگابیٹھے تری گھات سحر سے پہلے

میکا داس کھڑی ہے اُداس لمحوں کی
لگوں پہ دھول پڑی ہے اُداس لمحوں کی

بنا ہی دیتی ہے یہ راز مسکراہٹ بھی
گرفت کتنی کڑی سے اُداس لمحوں کی

ترے دیلے سے اس کو تلاش کرتا ہوں
جوز ندگی میں گھڑی ہے اُداس لمحوں کی

سُنائے روئیں تو دل سے غبار چھٹا ہے
مجھے تلاش بڑی ہے اُداس لمحوں کی

ذراسی دیر میں موسم بد لئے والا ہے
ہوا سے ڈور اڑی ہے اُداسِ محبوں کی

تمہاری یاد کی مala ہے زندگی میری
نگوں میں شکل جڑی ہے اُداسِ محبوں کی

عَدِيدَ سَمْحَىٰ تَوْ سَانْسُوْنَ كِي رَتْقَىٰ حِسْنَ كَوْ
رَبَّ بَدْنَ مِيْسَ لَطْرَىٰ ہے اُداسِ محبوں کی

ترے بچھرنے کا جب احتمال تک نہ رہا
بچھراں کے بعد کسی کا خیال تک نہ رہا

پچھا اس طرح سے ترا انتظار ہم نے کیا
گزرتے وقت کا ہم کو خیال تک نہ رہا

پچھا اس طرح سے عِنْمِ روزگار نے گھیرا
ترے فراق کا دل میں ملال تک نہ رہا

پچھا اس طرح سے کہا اُس نے دل کی بات کہو
سوال ذہن میں اذن سوال تک نہ رہا



کچھ اس طرح سے زمانے نے ہم کو دھوکہ دیا
کہ حال اپنا یہاں حسبِ حال تک نہ رہا

کچھ اس طرح سے تعلق سمجھی ہوئے ہیں تماں
تمہارے درد سے رشته بحال تک نہ رہا

کچھ اس طرح سے ہو جم گیارگوں میں عدید
نظر میں دل کی تپش کا ابال تک نہ رہا



سیاہ زلف بنی ہے نقاب چہرے پر
کہ رات پسل گئی ہے گلاب چہرے پر

ٹھنڈکن جونظر آرہی ہے پیشانی
غم جہاں کا کیا ہے حساب چہرے پر

جب اس کو دیکھا تو میری سمجھیں تبا آیا
نگاہ بنتی ہے کیسے جواب چہرے پر

تمہارے ماقبلے پہ جھومر لگا ہے یوں مجھ کو
کھلا ہے جیسے کوئی مانتاب چہرے پر

سوالِ وصل پر تم چپ رہونے کچھ بھی کہو
لکھا ہوا ہے تمہارا جواب چہرے پر

تمہاری شکل ہے میری اُداس آنکھوں میں
تمہارے درد کا پھرہ بے خواب چہرے پر

کہاں یہ رات بسر کی کہاں گزار ادن
لکھا ہوا ہے بھی کچھ جناب چہرے پر

عید نام کو پوسہ وہ دے رہا ہے عید آد
بطاہر اس نے رکھی ہے کتاب چہرے پر

جیسے غربت میں مسافر کو مکان کھینچتا ہے
ایسے اک شخص مرے جسم سے جاں کھینچتا ہے
اک معنی مرے نغموں کو زبان دیتا ہے
اک صور مرے ناخوں کے نشان کھینچتا ہے

عید کے دن سے بھی منسوب ہیں تیری یادیں!
عید کا دن بھی قیامت کا سماں کھینچتا ہے

اپنا ہی درد کوئی خون رُلاتے سب کو
کون بے وجہ یہاں سوزِ نہال کھینچتا ہے

درن کیا اپنے مقابل بھی کوئی آتا ہے
لوگ کہتے ہیں تو وہ تیخ دسناں کھینچتا ہے

چُپ رہوں تو وہ خدا حشر کے دن پوچھتا ہے
بات کرنا ہوں تو نظرالم یہ زبان کھینچتا ہے

جیسے کندن میں رگا دیتا ہے ہیرے جو ہری
وصفت تیرے یوں مرا حُسن بیاں کھینچتا ہے

جب زمیں میں ہے عدید اپنی کشش تو کیسے
آسمان اپنی طرف پھر یہ دھواں کھینچتا ہے

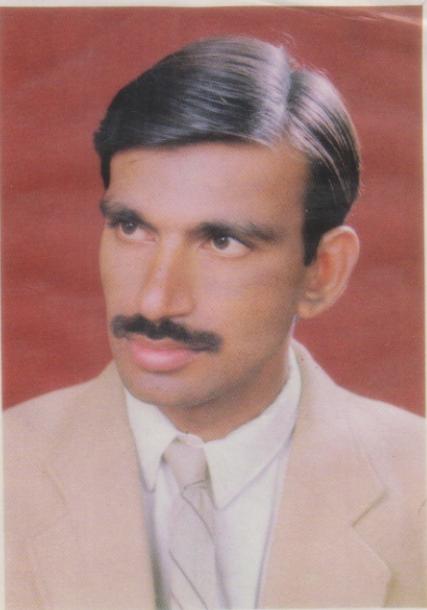
گا
گا
ہے
ہے
ہے
دیں
دیں
سے
دیں
کے
سوال
کے

وہ تو دشمن ہے عداوت کو ہوا ہی دے گا
وقت ہی میری مجنت کی گواہی دے گا

جیسے عربت میں مسافر کو مکان کھینچتا ہے
ایسے اک شخص مرے حبم سے جاں کھینچتا ہے
اک معنی مرے نغموں کو زبان دیتا ہے
اک مصور مرے زغمون کے نشاں کھینچتا ہے

دوستی کے نام پر سارا زمانہ چھوڑ دیں
تم کو تو زندگی بھر مُسکانا چھوڑ دیں
دل کا کیا ہے ٹوٹ جاتا ہے ذرا سی بات سے
بارہ ضد آپ سے ہم نے کہا ناچھوڑ دیں

گلشن کی آبرو سر بازار جا بیکے
کاغذ کے پھول بیچے وہ کہہ کر گلاب کے
تم سے کیا تھا ہم نے مجنت کا اک سوال
ہم منتظر ہیں آج بھی تیرے جواب کے



محبتوں میں ستھما رکیسا سوال کیسا جواب کیسا
محبتوں تو محبتیں ہیں محبتوں میں حاب کیسا

نہ کوئی منزل، نہ راستہ ہے نہ عشق و موتی نہ دل فریبی
اگر محبت بھال دیں تو ہے زندگی کا انصاب کیسا

یہ نقش تیرے خطوط پیکر کے سارے دکھلا رہے تھے تجھ کو
جب آئنے کو زبان دی پے تو آئنے سے جواب کیسا